قسط سوم:-

واقعات سیرتِ نبوی میں توقیتی تضاد اور اُس کا حل

از

جناب مولوی اسحٰق النبی صاحب علوی، رام پور

اِن لغوی شہادتوں کے علاوہ جو اگرچہ انتہائی اہم ہیں، اور واقعاتی تاریخ سے زیادہ مرتبہ رکھتی ہیں مارگولیتھ (MARGOLIOUTH) نے قدیم یونانی مصنفین کی شہادت سے بیان کیا ہے کہ عرب جاہلی دور میں تین خریف (AUTUMN) کے مہینے اور ایک مہینہ فصل بہار کا حرام قرار دیا جاتا تھا[1] جس میں جنگجو قبائل ہتھیار اُتار دیتے تھے، اور ہر قسم کی خونریزیاں رُک جاتی تھیں، چنانچہ نانوسس (NONNOSUS) اور پروکوپیس (PROCOPIUS) نے ان محترم مہینوں کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے:-

"دوماہ انقلابِ صیفی کے بعد اور ایک مہینہ وسطِ بہار کا (محترم خیال کیا جاتا تھا)"[1]

اس صراحت سے بھی متذکرہ بالا نقشہ کی حرف بحرف تائید ہوتی ہے، انقلابِ صیفی (SUMMER SOLSTICE) ۲۱ رجون کو ہوتا ہے، اور نقشۂ بالا کے بموجب ذی قعدہ اور ذوالحجہ بالترتیب جولائی اور اگست سے مطابق

---

[1] مارگولیتھ کے الفاظ ملاحظہ ہوں: "FOR THREE AUTUMN MONTHS AND ONE SPRING MONTH A TURCE OF GOD WAS ABSERVED BY MANY TRIBES WHO THEREIN LAID DOWN THERE ARMS OF SHED NO BLOOD"

اور اسی جگہ حاشیہ پر مذکور ہے:

NONNOSUS AND PROCOPIUS "TWO MONTH AFTER THE SUMMER SOLSTICE AND ONE IN MID SPRING" (MARGOLIOUTH RESE P 5)

ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک مہینہ وسط بہار کا نقشۂ بالا کے مطابق رجب کا آتا ہے جو مارچ اور اپریل سے مطابق ہونا چاہیے، ولہاؤزن نے بھی رجب کو بہار (SPRING) اور محرم کو خریف (AUTUMN) سے مطابقت دی ہے[1]

اس کی تائید بعض روایات سے بھی ہوتی ہے، بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:۔

> نہ "فرع" کوئی چیز ہے، نہ "عتیرہ"۔ "فرع" اونٹ کے پہلے بچے (اوّل النتاج) کو کہتے تھے جس کو وہ بتوں کے لئے ذبح کرتے تھے اور "عتیرہ" کی قربانی بھی رجب کے مہینے میں کی جاتی" (بخاری)

عتیرہ بکری یا بھیڑ کے پہلے بچے (اوّل ما ینتج) کو کہا جاتا تھا[2]

لسان العرب کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب "فرع" یعنی اونٹ کے پہلے بچے کی قربانی اس درجہ ابتدائی عمر میں کرتے کہ اس کا گوشت ہنوز لبلبا ہوتا اور پوست سے چھڑانا مشکل ہوتا۔[3]

ڈاؤٹی (DOUGHTY) کا بیان ہے کہ عرب میں اونٹ کا تولیدی زمانہ (CALVINGTIME) فروری اور مارچ کا ابتدائی حصہ ہے۔[4] رابرٹسن اسمتھ (ROBERTSON SMITH) کے بیان کے بموجب یہ تخصیص صرف اونٹ کے بچوں کے لئے نہیں، بلکہ عرب میں ہر چھوٹے بڑے جانور کا تولیدی زمانہ تقریباً یہی ہے[5] جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فروری اور مارچ میں جتنے بھی "اول النتاج" ہوتے وہ عام دستور کے مطابق رجب کے مہینے میں دیوتاؤں کی نذر کر دیئے جاتے، نیز یہ کہ رجب کا مہینہ بھی اس تولیدی زمانہ کے بالکل متصل ہوتا، کیوں کہ فرع کے ذیل میں جو صراحتیں ملتی ہیں اُن سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ قربانیاں تقریباً وسط یا آخر مارچ تک ہو جاتیں۔

---

[1] ENCYCLOPIADIA OF ISLAM VOL II P.

[2] لسان العرب ۶/۲۱۰ نیز دیکھئے نہایہ غریب الحدیث ۳/۲۶۵ [3] لسان العرب ۱۰/۱۲۰ نیز دیکھئے: نہایہ غریب الحدیث ۳/۱۹۵ [4] THE CALVING TIME FOR CAMELS IS IN FEBRUARY AND EARLY MARCH W.R. SMITH RELIGION OF SMITES 465

[5] IBID

غالباً اسی بنیاد پر ولہاوزن نے اسرائیلیوں کے مشہور تیوہار فسح کو جو ماہِ نسان میں منایا جاتا "رجب" کے تیوہار سے مطابقت دی ہے[1]۔ کیوں کہ یہودی بھی اپنا یہ تیوہار تقریباً اسی زمانے میں مناتے جبکہ سورج برجِ حمل میں ہوتا۔ اور اپنی پیداواروں کے پہلے حاصل (FIRST FRUITS) اور بھیڑوں اور بکریوں کے بچوں کے پہلے بچے لیواہ کی نذر کرتے۔

اگر یہ مطابقت ٹھیک ہے تو اس سے یہ اہم نتیجہ نکلتا ہے کہ عہدِ جاہلیت میں یہودی اور عربی تقویم تقریباً ایک ہی نقطۂ فصلی سے شروع ہوتی کیونکہ "رجب" کی طرح یہودیوں کا ماہ نیسان بھی ساتواں مہینہ شمار کیا جاتا تھا اور دونوں مہینوں کا تعلق آغازِ بہار سے تھا۔

علاوہ ازیں تاریخ کی مضبوط ترین شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں قوموں کا پہلا مہینہ یعنی محرم، اور تشری بھی ایک ہی نقطۂ فصلی سے شروع ہوتے۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ مستحکم دلیل عاشورے کی روایتیں ہیں جن کو میں یہاں کسی قدر تفصیل سے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں، کیوں کہ یہی روایتیں حقیقتاً میرے پورے نظریۂ تقویم کا مرکزی نقطہ ہیں اور سچ پوچھئے تو انھیں نے میری رہنمائی اس جدید نظریئے کی طرف کی ہے، اور میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں، کہ یہی احادیث پوری جاہلی تقویم کے لئے قولِ فیصل کا حکم رکھتی ہیں۔

مشہور واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ نے مدینے پہنچ کر یہود کو عاشورے کا روزہ رکھتے دیکھا، تو مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا، یہودی یہ روزہ اپنی تقویم کے مطابق ماہِ تشری کی ۱۰ تاریخ کو رکھا کرتے تھے، جو ہمیشہ ستمبر اور اکتوبر کے متوازی رہتا، ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

"آنحضرتؐ مدینے تشریف لائے، تو آپ نے یہودیوں کو عاشورے کا روزہ رکھتے دیکھا، اس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ کہنے لگے، کہ یہ وہ صالح دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دشمنوں کے ہاتھ سے نجات دی تھی اس لئے موسیٰؑ نے اس روز روزہ رکھا تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمہارے مقابلے میں ہم اس کے زیادہ

---

[1] IBID P. 227-228

حق دار ہیں، اس کے بعد آپؐ نے بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی حکم دیا" [1]

انھیں ابن عباسؓ سے ایک دوسری روایت اس طرح ہے:۔

"جب آنحضرتؐ مدینے تشریف لائے، تو یہودیوں کو صوم عاشورہ رکھتے پایا، آپ نے اُن سے دریافت کیا، تو بولے یہ وہ دن ہے، کہ اس روز موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون پر فتحمندی عطا کی تھی، اور ہم اس کی عظمت کے لئے روزہ رکھتے ہیں، اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم تمہارے مقابلہ میں زیادہ حق دار ہیں، اس کے بعد آپؐ نے اس روزے کا حکم دیا" [2]

ایک اور روایت ابو موسیٰ اشعری سے اس طرح ہے، وہ فرماتے ہیں:۔

"کہ آنحضرتؐ مدینے تشریف لائے، تو دیکھا کہ یہود عاشورے کی عظمت کرتے ہیں، اور روزہ رکھتے ہیں اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ ہم اس روزے کے زیادہ حقدار ہیں اور اس روزے کا حکم دیا" (بخاری)

اِن تینوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عاشورے کا روزہ نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ خود پیغمبر اسلام نے عین اُس دن رکھا تھا، جس روز یہودیوں کے عاشورے کا دن تھا۔

بیان کیا جا چکا ہے، کہ یہودی یہ روزہ ماہِ تشریؔ کی ۱۰ تاریخ کو رکھا کرتے تھے جو اُن کی تقویم کا پہلا مہینہ شمار ہوتا تھا، اور مسلمانوں میں بھی یہ روزہ ۱۰ محرم کو مسنون ہے، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس سال پہلی بار مدینے میں یہ روزہ رکھا گیا تھا، کم سے کم اُس سال عربوں کا ماہِ محرم یہودی "تشری" کے عین مطابق تھا، جو ہمیشہ اعتدالِ خریفی میں آتا تھا۔

اِن روایات سے اکثر مستشرقین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے یہ روزہ یہود کی تقلید میں

---

[1] بخاری۔ نیز دیکھئے مسند ۴/۲۶۴۴ اور ۲۸۳۲ [2] بخاری۔ بظاہر ابن عباس کی ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آنحضرت کے سامنے مدینے کے یہودیوں کے یومِ عاشوراء کی غلط توجیہ کی گئی یا اسلامی رواۃ غلط سمجھے کیونکہ خروج بنی اسرائیل کا واقعہ ماہ تشری کا نہیں (دیکھئے خروج: ۱۲: ۱-۶)

اختیار کیا تھا۔[1] مگر واقعاتی طور پر یہ خیال صحیح نہیں، بلکہ زمانۂ جاہلیت میں قریشِ مکہ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں :۔

"یوم عاشورہ کا روزہ زمانۂ جاہلیت میں قریش رکھا کرتے تھے اور رسول اللہؐ بھی رکھتے تھے، جب آپؐ مدینے تشریف لائے تو خود آپؐ نے بھی یہ روزہ رکھا، اور اس کا حکم بھی دیا، جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو جس نے چاہا یہ روزہ رکھا، اور جس نے چاہا ترک کیا" (بخاری)

یہی نہیں بلکہ جس طرح یہودی اُس روز اپنے مقدس معبد کی سالانہ صفائی کرنے کی رسم ادا کرتے۔ ٹھیک اُسی طرح قریش بھی اسی عاشورے کے دن "بیت اللہ" کے سجانے، بنانے اور اس پر غلافِ کعبہ چڑھانے کی رسم بجالاتے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے :۔

"قریش رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشورہ کا روزہ رکھتے، اور اُسی دن وہ کعبہ پر غلاف چڑھاتے، تو جب اللہ نے رمضان کے روزے فرض کئے رسول اللہؐ نے فرمایا، جس کا جی چاہے یہ روزہ رکھے، جس کا جی چاہے ترک کردے"۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ کی اِن دونوں روایتوں کو ایک ساتھ پڑھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غالباً یہ رسم پوری سامی دنیا یا کم سے کم ابراہیمؑ[2] کی اولاد میں مشترک چلی آتی تھی اور قریش بھی ایام جاہلیت میں اِسی خاص دن یہ نسلی شعار پوری سرگرمی اور ٹھیک ٹھیک اوقات پر انجام دیتے تھے۔

اگر اس زمانے میں "بیت المقدس" کی تطہیر ہوتی تو مکے میں بھی "بیت اللہ" پر ٹھیک اُسی روز غلاف چڑھایا جاتا، فلسطین کے باشندے اگر اس دن روزہ رکھتے، تو قریش میں بھی یہی دستور تھا، غرض شمال سے جنوب تک یہ تیوہار آلِ ابراہیم میں مشترک معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] MARGOLIOUTH RISE P. 250

[2] آلِ ابراہیم سے مراد شمالی عرب کے اصلی باشندے ہیں۔

اِس سلسلے میں حضرتِ ابن عباسؓ کی "وَالْفَجْرِ" کی تفسیر اور عبید بن عُمیر کی محرم کے متعلق تصریحات قابلِ لحاظ ہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں "وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ" سے مراد محرم ہے، جو "فجر السنہ" ہے، گویا لیالِ عشر سے مراد عاشورے تک کی دس راتیں ہیں۔[1]

عبید بن عُمیر سے روایت ہے :۔

محرم الٰہی مہینہ ہے، اور وہ سنہ کی ابتدا ہے، جس میں بیت اللہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے، اور جس سے لوگ شمار ایام کرتے ہیں۔[2]

اِن روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ عاشورے کا روزہ یہود مدینہ کی تقلید کا نتیجہ نہ تھا بلکہ قریش بھی زمانۂ جاہلیت میں اس دِن کی تقدیس کرتے، اور روزہ رکھتے، ہاں! ہجرت سے پہلے مدینے کے لوگوں میں عاشورے کا رواج قطعاً نظر نہیں آتا، حتیٰ کہ عین عاشورے کے دن صبح تک اہلِ مدینہ بے خبر تھے کہ آج انھیں روزہ رکھنا ہے، اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ یہاں کے باشندے نسلاً جنوبی عرب سے تعلق رکھتے تھے۔

ایک مدنی صحابی سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں :۔

"آنحضرت نے عاشورے کے دِن لوگوں میں اعلان کی غرض سے ایک آدمی روانہ کیا کہ جس کسی نے کچھ کھالیا ہے، وہ اب کچھ نہ کھائے اور روزہ رکھے اور جس نے کچھ نہیں کھایا، وہ اب نہ کھائے" (بخاری)

ایک اور مدنی روایت جو رُبیع بنتِ مُعوّذ سے ہے، ملاحظہ ہو، جس سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ یہ اعلان صرف انصار کی بستیوں تک محدود تھا، فرماتی ہیں :۔

"نبی علیہ السلام نے عاشورے کی صبح کو انصار کی بستیوں میں کہلا بھیجا کہ جس نے بغیر روزے کے صبح کی ہو، وہ باقی دن بلا کچھ کھائے پیئے پورا کرے اور جس شخص نے روزے

---

[1] البدایۃ ۳/۲۰۷   نیز دیکھئے طبری ۲/۲۵۳   [2] بدایۃ ۳/۲۰۷

کی حالت میں صبح کی ہو وہ روزہ رکھے" (بخاری)

اِن دونوں مدنی روایتوں کو پیشِ نظر رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اہلِ مدینہ میں باوجود یہودی اثر و رسوخ کے عاشورے کا تیوہار موجود نہ تھا،[1] اور پیغمبرِ اسلام کی ہجرت کے بعد عین عاشورے کے دن صبح کو یہ فیصلہ کیا گیا، کہ مدینے کے لوگ بھی یہ تیوہار منائیں، چنانچہ اُن کی بستیوں میں اعلان کی ضرورت پڑی، اور کہلا بھیجا گیا، کہ آج کوئی شخص نہ کچھ کھائے، نہ پیئے بلکہ روزہ رکھے۔

متذکرہ بالا تمام روایات اِس بات کی شاہد ہیں، کہ عاشورے کا روزہ بیشتر اُسی روز رکھا جاتا تھا، جس روز یہودی یومِ عاشورہ مناتے، پیغمبرِ اسلامؐ نے جب اس روزے کا حکم دیا تو اسی دن کا لحاظ رکھا، ہاں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اِسی حکم میں اتنی ترمیم کردی گئی، کہ مسلمان کو یہ روزہ یہودیوں سے صرف ایک دن پہلے یا بعد رکھنا چاہیئے، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں،

"رسول اللہؐ نے فرمایا، کہ عاشورے کا روزہ رکھو، اور اس میں یہودیوں کی مخالفت کرو، اور یا تو ایک روز قبل رکھو یا ایک دن بعد"[2]

یہ روایت اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ عہدِ رسالت میں عربوں کا ماہ "محرم" اور یہودیوں کا ماہ "تشری" بالکل یا اکثر و بیشتر متوازی ہوتے، اور مسلمانوں اور یہودیوں کے روزے میں زیادہ سے زیادہ صرف ایک دن کا فرق رہتا، چنانچہ ابنِ عباسؓ کی ایک دوسری روایت سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے۔

الحکم بن الاعرج کہتے ہیں کہ میں ایک بار عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا تو وہ زمزم سے تکیہ

---

[1] معلوم نہیں کہ اہلِ مدینہ کو اس روزے سے اس درجہ اجتناب کیوں تھا، اس لئے کہ امیر معاویہ کے زمانے میں پھر ایک بار یہی سوال اٹھا، تو انھوں نے علمائے مدینہ کو چیلنج کیا اور آنحضرتؐ کی اس سلسلہ کی حدیث سنائی۔ "حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ جس سال امیر معاویہ نے حج کیا، تو عاشورے کے دن وہ منبر پر چڑھے اور فرمایا: اے اہلِ مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ سے سنا آپ اس دن کو عاشورے کا دن فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ (اگرچہ) یہ روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں روزہ دار ہوں، تو جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے (موطا، صیام یوم عاشورہ) [2] مسند ۴/۲۱۵

لگائے بیٹھے تھے، میں بھی بیٹھ گیا، اور اُن سے عاشورہ کے متعلق سوال کئے:

"میں نے کہا یومِ عاشورہ کے متعلق مجھے بتائیے تو فرمایا کہ اس کے متعلق کیا دریافت کرتے ہو میں نے کہا اس کے روزے کے متعلق، فرمایا جب تم محرّم کا چاند دیکھو تو اس سے حساب لگاؤ اور جب نو۹ کی صبح ہو جائے تو اسی صبح کو روزہ رکھو، میں نے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ یوں ہی روزہ رکھتے تھے، فرمایا، ہاں!"[1]

اِن احادیث پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ عربی تقویم کا ماہِ محرم جس میں یہ روزہ مسنون ہے عہدِ رسالت میں اگر ہمیشہ نہیں تو اکثر و بیشتر یہودیوں کے ماہ "تِشرِی" سے مطابق رہتا۔ جو بغیر اس صورت کے ممکن نہیں کہ ہم اصولِ کبیسہ کے تحت عربی تقویم کی ابتداء ہمیشہ اعتدالِ خریفی سے کریں۔ اس سلسلے میں یہ خیال کہ صرف ہجرت کے پہلے سال ماہِ محرم چکر کاٹ کر یہودیوں کے ماہِ تشری کے مطابق ہو گیا تھا، ازروئے حساب بالکل غلط ہے، اور اسی بنا پر البیرونی نے متذکرہ بالا تمام احادیثِ صحیحہ کو حسابی قاعدے سے باطل قرار دیا ہے۔

البیرونی کے پورے استدلالات مقالۂ اوّل پر پیش کئے جا چکے ہیں، مجھے یہاں صرف یہ عبارت دوبارہ پیش کرنا ہے:-

"..... لیکن یہ روایت صحیح نہیں، کیونکہ امتحانی شہادتیں ان کے خلاف ہیں اور وہ اس طرح کہ ہجرت کے سال پہلی محرم کو جمعہ کا دن اور ماہ تموز ۹۳۳ سنہ سکندری کی ۱۶ تاریخ تھی، مگر جب ہم حساب لگاتے ہیں تو اس سال یہودیوں کے سنہ کا آغاز یکشنبہ ۱۲ ایلول کو ہوا تھا جو ۲۹ صفر کے مطابق تھا، اس حساب سے عاشورے کا دن شنبہ ۹ ربیع الاوّل کو پڑتا ہے ..... اور محرم میں اس کا وقوع یا تو اس سال سے کئی برس پہلے ممکن ہے، یا کچھ اوپر بیس برس بعد ہونے والا تھا، تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس لئے عاشورے کا روزہ رکھا کہ وہ اس سال دسویں (محرم) کے مطابق تھا"....[2]

---

[1] مسند ۴/۲۱۳۵ نیز دیکھئے ۲۲۱۴/ نیز دیکھئے ۲۵۴۰/
[2] البیرونی آثار/۳۳۰ - یہ ملحوظ رہے کہ مقالۂ اول فٹ ۲۸ میں البیرونی کی اس عبارت کا ترجمہ سخاؤ کے انگریزی ترجمہ پر مبنی ہے، اور مذکورۂ بالا ترجمہ اصل عربی سے براہِ راست کیا گیا ہے۔

البیرونی کا یہ خیال اگرچہ قمری حسابات کی بنیاد پر بظاہر ٹھیک معلوم ہوتا ہے، لیکن جب وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ عہدِ رسالت میں "قمری شمسی"[1] سال استعمال ہوتا تھا، اور عربی[2] فصول کی ابتداء ہمیشہ اعتدالِ خریفی سے ہوتی تھی نیز یہ کہ عربی[3] مہینے انہیں فصولِ چہارگانہ پر بٹے ہوئے تھے تو پھر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ احادیثِ صحیحہ کو غلط قرار دیا جائے۔

اس پر اتنا اور اضافہ کیجیے، کہ نہ صرف اہلِ مکہ[4] بلکہ شاید پورے مشرقِ وسطیٰ کے سنین کی ابتداء (بجز عراق اور ایران کے) اعتدالِ خریفی ہی سے ہوتی تھی، چنانچہ مرزوقی نے عربی تقویم کی خریف سے ابتداء ہونے پر یہی دلیل پیش کی ہے، اُن کا بیان ہے:-

"اور منجملہ ان قوموں کے جنھوں نے اسے خریف سے شروع کیا ہے، شام کے سُریانی بھی ہیں، کیا آپ اس پر غور نہیں کرتے، کہ ان کے سنہ کا آغاز تشرین اوّل (اکتوبر) سے ہوتا ہے، جو صدر خریف ہے، ابتدائی موسم برشگال کا آغاز ہے، اور شاید عرب بھی اپنی تقویم اسی نقطہ سے شروع کرتے تھے، اور انھوں نے اس کا آغاز ابتدائی موسم برشگال (وسمی) کو قرار دیا تھا، جس طرح کہ وہ زمانے اور انواء (منازلِ قمر) کی تقسیم میں مقدم رہتا ہے، بنا بریں وہ شروع برسات کو مقدم کرنے میں اپنے پرانے رسوم پر قائم رہے"[1]

مرزوقی کے اس بیان سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ اُن کی رائے میں عربی تقویم بھی بڑی قوموں کی طرح ہمیشہ "خریف" سے شروع ہوتی تھی، وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عربوں کے نزدیک فصلوں اور انواء کا آغاز و اختتام بھی اسی نقطۂ فصلی سے ہوتا تھا، گویا اُن کی تقویم اور انواء، اسی طرح لازم و ملزوم تھیں، جس طرح ہندوؤں کے نچھتر اور مہینے۔

بنا بریں میری رائے میں مکّے[5] کی جاہلی تقویم کی بازیافت اب چنداں مشکل نہیں رہی، بلکہ اگر دیکھا جائے تو بڑی حد تک سامنے آچکی ہے اور اب صرف یہ کام باقی ہے کہ "دائرۂ انواء و بروج" کو پیشِ نظر رکھ کر حسابی قاعدوں کی مدد سے عہدِ رسالت کے ایسے چاندوں کا انتخاب کر لیا جائے جن کی رویت سورج کے برج

---

[1] الازمنہ والامکنہ ۱/ ۱۶۷

میزان میں داخل ہونے سے کچھ پہلے یا بعد نقطۂ اعتدال خریفی کے متصل تر ہوئی ہو اور جس کے دوران میں چاند بحالتِ بدر برجِ حمل میں رونما ہو سکے۔ ایسے مہینوں کو مکی تقویم کا پہلا مہینہ یعنی محرم قرار دے کر سال کے باقی مہینوں کو اسی حساب سے نامزد کر دیا جائے۔

اس سلسلہ میں ایک سہل تر طریقہ یہ اختیار کیا جا سکتا ہے، کہ عام قمری تقویم سے صرف ایسے قمری مہینوں کا انتخاب کر لیا جائے جن کی رویتِ قمر نقطۂ اعتدال خریفی (۲۲ ستمبر) کے متصل ہوئی ہو، خواہ یہ چاند ستمبر میں ہوئے ہوں یا ابتدائی اکتوبر میں اور ان مہینوں کو سال کا پہلا مہینہ قرار دے کر پوری تقویم مرتب کر لی جائے کیوں کہ عہدِ رسالت میں از روئے حساب سورج تقریباً اسی زمانے میں برج میزان میں داخل ہوتا تھا، اور آغازِ خریف کا زمانہ سمجھا جاتا تھا۔

اس طریقے کے تحت سلہ سے لے کر سلہ تک صرف چار کبیسہ سالوں کا اضافہ کرنا پڑیگا۔ کیوں کہ دس شمسی سالوں کے دن (3652) ہوتے ہیں، اور دس قمری سالوں کی تعداد ایام (3543) ہوتی ہے گویا (۱۰۹) دن یا بالفاظِ دیگر تین ماہ اکیس[۲] یوم کا فرق پڑتا ہے، جس کو قمری شمسی تقویم میں صرف اسی صورت سے پورا کیا جا سکتا ہے، کہ پورے چار ماہ کا اضافہ کر دیا جائے جس کے نتیجے میں گیارھویں سال خود بخود شمسی اور قمری تقویم کی تعداد ایام تقریباً مساوی ہو جائے گی۔

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ البیرونی اور البیرونی کے بعد سر ولیم میور (MUIR) کو اس بات پر پورا اصرار تھا، کہ اہلِ مکہ نے اپنا طریقہ "نسی" یہودیانِ مدینہ سے حاصل کیا تھا، اس خیال کی اگرچہ تردید کی جا چکی ہے، مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہودی اور مکی تقویم کی ابتداء (اگر ہمیشہ نہیں تو اکثر و بیشتر) ایک ہی نقطۂ فصلی سے ہوتی، اور غالباً یہی مشابہت تھی، جس کو پیشِ نظر رکھ کر البیرونی یا اس کے کسی ابتدائی راوی کو اتنا عظیم دھوکا ہوا، تاہم اس اصول کی روشنی میں کہ عہدِ رسالت میں یہودی اور عربی تقویم (ایک حد تک) متوازی چل رہی تھی، مکے کی گم شدہ تقویم کی بازیافت کا ایک طریقہ یہ بھی ممکن تھا کہ خود یہودیوں کی تقویم کی مدد سے جو ہنوز زندہ ہے، عربوں کی مُردہ تقویم میں جان ڈالی جائے مگر میری رائے میں یہ طریقہ اس لئے مناسب نہ تھا کہ ظہورِ اسلام کے وقت اس میں موجودہ یکسانیت اور

ہم آہنگی نظر نہیں آتی، اور مختلف مقامات پر کبیسہ سالوں کے بالکل مختلف فارمولے رائج ملتے ہیں، البیرونی نے بڑی صراحت کے ساتھ ان اختلافات کو بیان کیا ہے، جس کو دیکھ کر یہ فیصلہ دشوار ہو جاتا ہے، کہ مدینے اور حجاز میں کون سا فارمولا رائج تھا، اور حیرت ہوتی ہے کہ ایک چھوٹی سی قوم میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اتنے مختلف اصول کس طرح قابلِ عمل تھے۔

بنا بریں میری رائے میں سب سے زیادہ سہل اور محفوظ طریقہ یہی ہے۔ کہ عام حسابی قاعدوں کی مدد سے سنہ وار ایسے چاندوں کا انتخاب کرلیا جائے جن کی رویت نقطۂ اعتدال خریفی (۲۲ر ستمبر) کے متصل ہوئی ہو، اور ان کو سال کا پہلا مہینہ شمار کرکے پورا کلینڈر مرتب کرلیا جائے۔

قمری تقویم کے بموجب یہ چاند حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

سنہ ۱	یکشنبہ	۱۲ر ستمبر ۶۲۲ء
سنہ ۲	ہفتہ	۱ر اکتوبر ۶۲۳ء
سنہ ۳	پنجشنبہ	۲۰ر ستمبر ۶۲۴ء
سنہ ۴	دوشنبہ	۹ر ستمبر ۶۲۵ء
سنہ ۵	ہفتہ	۲۸ر ستمبر ۶۲۶ء
سنہ ۶	پنجشنبہ	۱۷ر ستمبر ۶۲۷ء
سنہ ۷	چہارشنبہ	۵ر اکتوبر ۶۲۸ء
سنہ ۸	دوشنبہ	۲۵ر ستمبر ۶۲۹ء
سنہ ۹	جمعہ	۱۴ر ستمبر ۶۳۰ء
سنہ ۱۰	چہارشنبہ	۲ر اکتوبر ۶۳۱ء

یہ جملہ چاند ایسے ہیں جن کی ۱۴ر تاریخ کو سورج یقیناً برج میزان میں اور چاند بحالتِ بدر اس کے مقابل برجِ حمل میں ہونا چاہئے، ان میں صرف ۶ سنہ ایک ایسا سال ہے، جو مروّجہ یہودی تقویم کے اصول پر پورا نہیں اُترتا، مگر میرے نزدیک اہلِ مکہ چونکہ محرم کی ابتدا ہمیشہ ایسے چاند سے کرتے تھے،

جس کی رویت نقطۂ اعتدالِ خریفی سے نزدیک تر ہوتی، اور سورج مہینے کے بڑے حصے یا کم سے کم نصف ماہ تک برج میزان میں رہتا، اس بنا پر ظاہر ہے کہ اہلِ مکہ ۵ ستمبر کی رویت ہلال کو محرم کا مدخل کسی طرح نہیں قرار دے سکتے تھے، کیوں کہ یہ نقطۂ اعتدال (۲۲ ستمبر) سے اتنے فاصلے پر ہے، کہ نصف ماہ گذرنے کے بعد بھی نقطۂ اعتدال خریفی سے پیچھے رہے گا، اور چاند بحالتِ بدر بجائے برج حمل کے برج حوت میں ہوگا۔ بوجوہ بالا میری رائے میں نئی تقویم کی ابتدا صرف اُن چاندوں سے ممکن تھی جن کی فہرست میں نے اوپر دی ہے۔

اب صرف یہ مسئلہ رہ جاتا ہے کہ سلسنہ ہجری سے سنہ ہجری تک کن کن سالوں کو کبیسہ اور کن کن کو غیر کبیسہ قرار دیا جائے اور کبیسہ مہینے سال کے آخر میں بڑھائے جائیں یا وسطِ سال میں جیسا کہ یہودیوں میں یہ دستور تھا۔

یہ مسئلہ نہایت مشکل ہے، اس لئے کہ تاریخ میں ایسی کوئی مثبت شہادت نہیں جس کو قاعدۂ کلیہ کے طور پر پیش کیا جا سکے، بعض بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مہینے سال کے آخر میں بڑھتے اور بعض مؤرخوں کا بیان ہے کہ شروع سال میں بڑھائے جاتے، جس سے صرف اس قدر اندازہ ہو سکتا ہے کہ نساۃ عرب کبھی آخر سال میں ان کا اضافہ کرتے، کبھی شروع سال میں اور ایک دو روایتیں درمیان سال کی بھی ملتی ہیں۔

مثلاً شہرستانی کا بیان ہے:۔

"اور ان میں کچھ لوگ وہ تھے جو مہینوں میں "نسی" کرتے تھے، اور وہ ہر دوسرے برس میں ایک ماہ اور ہر تیسرے سال ایک مہینے کا اضافہ کیا کرتے، اور جب اس سال حج کرتے تو خطبہ روک لیتے کہ یوم ترویہ، یوم عرفہ اور یوم نحر ذوالحجہ کے مہینے میں قرار دیں، یہاں تک کہ اسی بڑھائے ہوئے مہینے کی دسویں تاریخ کو یوم نحر قرار دیتے" (شہرستانی/۴۴۳)

مسعودی نے اپنی کتاب التنبیہ والاشراف میں شہرستانی کے مقابلے میں زیادہ واضح الفاظ استعمال کئے ہیں:۔

"اور وہ ہر تین سال میں ایک مہینے کی اس طرح بیشی کرتے کہ سال میں سے ایک مہینہ گرادیتے، اور اگلے مہینے کو اس بڑھائے ہوئے مہینے کا نام دے دیا کرتے، اور یوم ترویہ اور یوم عرفہ اور یوم النحر کو اس مہینے کی آٹھ، نو اور دس تاریخ کو مناتے تھے، بس سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی صورت دورہ کرتی رہتی اور وہ اس طرح دوسری امتوں سے ان کے شمسی سال کی مدت اور وقت میں قریب آجاتے "

وہ لوگ یہی کرتے رہے، تا آنکہ اسلام ظاہر ہوا، اور رسول اللہؐ نے مکہ فتح کیا، اس کے بعد ابوبکرؓ کو آنحضرتؐ نے ہجرت کے نویں سال حج کو بھیجا، اور انھوں نے لوگوں کے ساتھ حج کیا، اور یہ مشرکوں کا آخری حج تھا، (التنبیہ والاشراف ۲۱۹)

شہرستانی اور مسعودی کے ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نسی کا یہ مہینہ ہر دوسرے تیسرے سال ہمیشہ ذوالحجہ کے بعد بڑھایا جاتا، بلکہ اس سال خاص حج کی تین بڑی رسمیں جو یوم ترویہ، یوم عرفہ اور یوم النحر کو ہوتیں، روک لی جاتیں، اور ان رسوم کو اس بڑھائے ہوئے مہینے کی آٹھویں، نویں اور دسویں تاریخ کو ادا کیا جاتا، تاکہ آنے والے مہینے کا نام محرم رکھا جا سکے اور سال پھر محرم کے مقدس مہینے سے شروع ہو کر ذوالحجہ پر ختم ہو۔

نیز ان سے یہ نتیجہ بھی نکالا جاسکتا ہے، کہ نُسّاۃِ عرب کبیسہ کے مہینے کو ہمیشہ ذوالحجہ کا مہینہ قرار دیتے، جو حرام مہینہ شمار ہوتا تھا، مگر یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی، کیوں کہ قرآن مجید میں صراحت ہے کہ کبھی اس مہینے کو حلال قرار دیا جاتا اور کبھی حرام "یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا"

بنابریں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قلامسہ ہمیشہ اس مہینے کو ذوالحجہ کا نام دینے کے پابند تھے، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ اور بھی اصول مقرر تھے جس سے یہ مہینہ حلال ہو جاتا،

متعدد علماء کا خیال ہے کہ ایام جاہلیت میں ماہِ محرم کا حقیقی نام "صفر" تھا، جب یہ مہینہ حرام کیا جاتا تو اس کو محرم کہتے ورنہ صفر ہی کے نام سے پکارا جاتا، چنانچہ بلوغ الارب میں ہے کہ ایامِ حج میں قلمّس جمرۃ العقبہ کے پاس کھڑے ہو کر اعلان کرتا کہ :۔

"میں نے اس سال صفر کے دو مہینوں میں سے آخری صفر کو حرام قرار دیا ہے، اور پہلے صفر کو حلال کر دہ اور اس طرح دونوں رجبوں (رجب اور شعبان) کے درمیان عمل کرتے " (بلوغ الارب ۲/۲۹۸)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی یہ مہینہ محرم اور صفر کے درمیان بڑھایا جاتا اور گاہ گاہ رجب اور شعبان کے درمیان بھی، مرزوقی کی بھی یہی رائے معلوم ہوتی ہے، کہ یہ مہینہ محرم اور صفر کے درمیان بھی بڑھتا۔

"اور ذوالحجہ میں جب عرب حج کے لئے جمع ہوتے، تو اعلان کرنے والا کھڑا ہوتا، اور اعلان کرتا کہ اے لوگو! ہم نسی کرنا چاہتے ہیں، اور اس کو فرض کر دینا چاہتے ہیں، اے لوگو! محرم صفر ہے اور صفر محرم اکبر ہے تو محرم میں قتال وغیرہ حلال کر دیتے اور صفر میں حرام کر دیتے" (المرزوقی) گویا جب "نسی" کے مہینے کو حلال کیا جاتا، تو اس کو ذوالحجہ کے بعد بڑھا کر اس کا نام صفر رکھ دیتے اور اس کے بعد کے مہینے کو محرم قرار دے دیا جاتا، اور جب اُسے حرام کرنا مقصود ہوتا، تو اس کا نام "ذوالحجہ" یا "محرم" ہی ہوتا اور محرم کے بعد والے مہینے کو بھی محرم قرار دیا جاتا۔

ولہاوزن (WELLHOSAN) کی بھی یہی رائے ہے، کہ یہ مہینہ محرم اور صفر کے درمیان بڑھایا جاتا، لیکن مسعودی اور شہرستانی کے بیانات کی روشنی میں جو اوپر گزر چکے ہیں، ولہاوزن کے اس خیال کو قاعدہ کلیہ کی حیثیت نہیں دی جا سکتی، اس پر ابن حبیب کے مندرجہ ذیل بیان کا اضافہ کیجئے۔

"پس ان قلمسون میں سے ایک قلمس ایام تشریق میں حجر میں کھڑا ہوتا، اور اُن کو فتویٰ دیتا، اس کے علاوہ کسی اور شخص سے سوال نہیں کیا جاتا، پس ان میں ایک شخص کعبے کے دروازے کے پاس کھڑا ہوتا اور دوسرا حجر میں، پھر ان میں سے ہر ایک کہتا۔ "انا الذی لا اعاب ولا احاب ولا یرد قضا" پھر اگر اس کے پاس کچھ لوگ ایسے آتے جو محرم میں لوٹ کھسوٹ چاہتے، وہ اس سے محرم کو پیچھے ہٹا دینے کی درخواست کرتے

جس پر وہ ان کی خاطر حساب لگاتا اور کہتا کہ اس سال صفر اوّل رہے گا، اور یہ بات وہ اُس حساب سے کہتا جس پر سنہ کا دورہ نہ ہوتا، اور وہ سال چاندوں سے شروع نہ ہوتا تھا، اور نہیں جانا جاتا تھا کہ یہ مہینہ کیا ہے۔ تو لوگ اس پر عمل درآمد کرتے، اور محرم پیچھے ہٹا دیا جاتا، اور صفر مقدم کر دیا جاتا، اس طرح ایک سال محرم کو حلال اور دوسرے سال حرام کر دیتے" (ابن حبیب / ۱۵۷)

ابنِ حبیب نے اگرچہ جاہلی نساۃ پر بہت کچھ الزام لگانے کی کوشش کی ہے، تاہم اِس بیان سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ عرب جاہلیت کے تقویمی حسابات کا مدار حقیقتاً رویتِ قمر پر نہیں تھا" وکانت لاتاخذ بالاھلة ولاتدری ما ذٰلک " بلکہ رویات قمر کو حسابوں کے مطابق کرنا پڑتا۔

بہر حال مندرجۂ بالا بیانات پر مجموعی نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ نساۃِ عرب کبھی تو نسی کا مہینہ سال کے آخر میں بڑھاتے اور کبھی شروع سال میں جس کا اعلان بہر صورت ذوالحجہ ہی میں کیا جاتا، جب یہ مہینہ سال کے آخر میں بڑھایا جاتا تو اسی سال حج کی تین بڑی رسمیں روک لی جاتیں، جو اس بڑھائے ہوئے مہینے میں ادا کی جاتیں، اس طرح جب یہ مہینہ شروع سال میں بڑھایا جاتا تو نساۃ کو اختیار ہوتا کہ وہ اس مہینے کو صفر قرار دیں یا محرم، گویا یہ بات نساۃِ مکّہ کے ہاتھ میں تھی، کہ زائرینِ حج کی واپسی بہ امن و آشتی ہو جائے یا اس پروانۂ امن کو واپس لے لیا جائے، جو مذہب نے اُنکی سہولت کے لئے جاری کیا تھا۔

میری رائے میں " یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا " کا فتویٰ ہو سکتا ہے کہ بعض فلکی حسابات اور اجرامی دین کے محرمات پر مبنی ہو، لیکن اس میں نساۃِ مکّہ کی اغراض بھی وابستہ ہو جاتیں، اور ان کے اختیاراتِ تمیزی کو غلط راستوں پر ڈال دیتیں۔

بہر حال یہ مسئلہ ہنوز تشنہ ہے کہ سنہ ہجری سے سنہ ہجری تک نسی کے مہینے سال کے آخر میں بڑھائے گئے تھے یا ابتداء سال میں، یا وہ کون سا سنہ تھا، جس میں یہ مہینہ آخر میں بڑھایا گیا تھا۔ اور کس سنہ کی ابتداء" نسی" سے کی گئی تھی، اس سلسلے میں مجھے یہ اعتراف کرنا ہے کہ تلاش و کوشش کے

باوجود بھی اوراقِ تاریخ میں کوئی اشارہ نہ مل سکا، جس کی بنا پر کوئی اصول یا قاعدہ کلّیہ پیش کیا جاسکے، ہاں اتنی بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ جس سال یہ اضافہ سال کے آخر میں ہوتا، اس سال مکّہ میں زائرین اور حجّاج کا اجتماع ایک مہینے زیادہ رہتا، کیوں کہ حج کی تین بڑی رسمیں یعنی یومِ ترویہ، یومِ عرفہ اور یوم النحر اس سال نسی کے مہینے میں ادا کی جاتیں، اور غالباً یہی وجہ تھی کہ اس کو حرام مہینہ قرار دیا جاتا، لیکن جس سال نسی کا مہینہ ابتدائے سال میں یعنی محرم و صفر کے درمیان بڑھایا جاتا اس سال ایامِ حج قدرتاً ٹھیک وقت پر آتے اور حجاج کو زیادہ زحمتِ انتظار نہ کرنا پڑتی۔

میرا خیال ہے کہ سال کے آخر میں اضافہ پروہتوں، تاجروں اور مذہبی علماء کی مقدس اور مذہبی لوٹ کے لئے ایک پروانۂ جواز تھا، جس کو نساۃِ مکہ جب چاہتے لکھ سکتے تھے، بہرصورت میں نے یہ کیا ہے کہ ابتدائی دو سالوں یعنی سنہ ۱ اور سنہ ۴ کے آخر میں، اور آخری دو سالوں یعنی سنہ ۶ اور سنہ ۹ کی ابتداء میں یہ اضافے اس طرح کئے ہیں، کہ ہلالِ محرم ہمیشہ اعتدالِ خریفی کے متصل رہے اور ایامِ حج سورج کے برج سنبلہ میں ہونے کی حالت میں آئیں۔ اور میری رائے میں یہ اضافے شاید ہوئے بھی اسی طرح تھے۔

سنہ ۹ کا اضافہ بالبداہت سنہ ۸ کے ایامِ حج میں کیا گیا ہوگا، کیوں کہ مشرکین قریش کا یہ آخری حج تھا، اس طرح سنہ ۶ کا اضافہ سنہ ۵ کے ایامِ حج میں ہوا ہوگا، ان اصولوں کے ماتحت اگر سنہ ۱ سے لے کر سنہ ۱۰ تک جداولِ تقویم بنائی جائیں تو وہ حسب ذیل ہوں گی۔

سنہ ۱	سنہ ۲	سنہ ۳	سنہ ۴	سنہ ۵
محرّم ۱۳ ستمبر سنہ ۶۲۲ء دوشنبہ	محرّم ۲ اکتوبر سنہ ۶۲۳ء یکشنبہ	محرّم ۲۱ ستمبر سنہ ۶۲۴ء جمعہ	محرّم ۱۰ ستمبر سنہ ۶۲۵ء سہ شنبہ	محرّم ۲۸ ستمبر سنہ ۶۲۶ء یکشنبہ
صفر ۱۳ اکتوبر، چہارشنبہ	صفر ۳۱ اکتوبر، دوشنبہ	صفر ۲۰ اکتوبر، سہ شنبہ	صفر ۹ اکتوبر، چہارشنبہ	صفر ۲۸ اکتوبر، سہ شنبہ
ربیع الاوّل ۱۱ نومبر، پنجشنبہ	ربیع الاوّل ۳۰ نومبر، چہارشنبہ	ربیع الاوّل ۱۹ نومبر، دوشنبہ	ربیع الاوّل ۸ نومبر، جمعہ	ربیع الاوّل ۲۶ نومبر، چہارشنبہ

سنہ ۱	سنہ ۲	سنہ ۳	سنہ ۴	سنہ ۵
ربیع الآخر ۱۱ر دسمبر، شنبہ	ربیع الآخر ۲۹ر دسمبر، پنجشنبہ	ربیع الآخر ۱۸ر دسمبر، سہ شنبہ	ربیع الآخر ۷ر دسمبر، شنبہ	ربیع الآخر ۲۶ر دسمبر، جمعہ
جمادی الاولیٰ ۹ر جنوری سنہ ۶۲۳ء یکشنبہ	جمادی الاولیٰ ۲۸ر جنوری سنہ ۶۲۴ء شنبہ	جمادی الاولیٰ ۱۷ر جنوری سنہ ۶۲۵ء پنجشنبہ	جمادی الاولیٰ ۶ر جنوری سنہ ۶۲۶ء دوشنبہ	جمادی الاولیٰ ۲۴ر جنوری سنہ ۶۲۷ء شنبہ
جمادی الاُخریٰ ۸ر فروری، سہ شنبہ	جمادی الاخریٰ ۲۶ر فروری، یکشنبہ	جمادی الاخریٰ ۱۵ر فروری، جمعہ	جمادی الاخریٰ ۴ر فروری، سہ شنبہ	جمادی الاخریٰ ۲۳ر فروری، دوشنبہ
رجب ۹ر مارچ، چہارشنبہ	رجب ۲۷ر مارچ، سہ شنبہ	رجب ۱۷ر مارچ، یکشنبہ	رجب ۶ر مارچ، پنجشنبہ	رجب ۲۴ر مارچ، سہ شنبہ
شعبان ۸ر اپریل، جمعہ	شعبان ۲۵ر اپریل، چہارشنبہ	شعبان ۱۵ر اپریل، دوشنبہ	شعبان ۴ر اپریل، جمعہ	شعبان ۲۳ر اپریل، پنجشنبہ
رمضان ۷ر مئی، شنبہ	رمضان ۲۵ر مئی، جمعہ	رمضان ۱۵ر مئی، چہارشنبہ	رمضان ۴ر مئی، یکشنبہ	رمضان
شوال ۶ر جون، دوشنبہ	شوال ۲۴ر جون، یکشنبہ	شوال ۱۳ر جون، پنجشنبہ	شوال ۲ر جون، دوشنبہ	شوال ۲۳ر مئی، شنبہ
ذیقعدہ ۵ر جولائی، سہ شنبہ	ذیقعدہ ۲۴ر جولائی، سہ شنبہ	ذیقعدہ ۱۳ر جولائی، شنبہ	ذیقعدہ ۲ر جولائی، چہارشنبہ	ذیقعدہ ۲۱ر جولائی، سہ شنبہ
ذوالحجہ ۴ر اگست، پنجشنبہ	ذوالحجہ ۲۲ر اگست، چہارشنبہ	ذوالحجہ ۱۱ر اگست، یکشنبہ	ذوالحجہ ۳۱ر جولائی، پنجشنبہ	ذوالحجہ ۲۰ر اگست، پنجشنبہ
ذوالحجہ نسی ۲ر ستمبر، جمعہ	××××××	××××××	ذوالحجہ نسی محرم ۳۰ر اگست، شنبہ	××××××

سنہ ۶	سنہ ۷	سنہ ۸	سنہ ۹	سنہ ۱۰
محرم ۱۸ر ستمبر ۶۲۷ء، جمعہ	محرم ۶ر اکتوبر ۶۲۸ء پنجشنبہ	محرم ۲۶ر ستمبر ۶۲۹ء شنبہ	محرم ۱۵ر ستمبر ۶۳۰ء، شنبہ	محرم ۳ر اکتوبر ۶۳۱ء پنجشنبہ
محرم، لنسی، صفر ۱۸ر اکتوبر، یکشنبہ	صفر ۴ر نومبر، جمعہ	صفر ۱۵ر اکتوبر، چہارشنبہ	محرم، لنسی، صفر ۱۴ر اکتوبر، یکشنبہ	صفر ۲ر نومبر، شنبہ
صفر ۱۶ر نومبر، دوشنبہ	ربیع ۱ ۴ر دسمبر، یکشنبہ	ربیع ۱ ۲۴ر نومبر، جمعہ	صفر ۱۳ر نومبر، شنبہ	ربیع ۱ یکم دسمبر، یکشنبہ
ربیع ۱ ۱۶ر دسمبر، چہارشنبہ	ربیع ۲ ۲ر جنوری ۶۲۹ء دوشنبہ	ربیع ۲ ۲۳ر دسمبر، شنبہ	ربیع ۱ ۱۲ر دسمبر، چہارشنبہ	ربیع ۲ ۳۱ر دسمبر، شنبہ
ربیع ۲ ۱۴ر جنوری ۶۲۸ء پنجشنبہ	جمادی ۱ یکم فروری، چہارشنبہ	جمادی ۱ ۲۲ر جنوری ۶۳۰ء دوشنبہ	ربیع ۲ ۱۱ر جنوری ۶۳۱ء، جمعہ	جمادی ۱ ۲۹ر جنوری ۶۳۲ء چہارشنبہ
جمادی ۱ ۱۳ر فروری شنبہ	جمادی ۲ ۲ر مارچ، پنجشنبہ	جمادی ۲ ۲۰ر فروری، شنبہ	جمادی ۱ ۹ر فروری، شنبہ	جمادی ۲ ۲۸ر فروری، جمعرات، جمعہ
جمادی ۲ ۱۳ر مارچ، یکشنبہ	رجب ۱ر اپریل، شنبہ	رجب ۲۳ر مارچ، پنجشنبہ	جمادی ۲ ۱۱ر مارچ، دوشنبہ	رجب ۲۹ر مارچ، یکشنبہ
رجب ۱۲ر اپریل، شنبہ	شعبان ۱ر مئی، دوشنبہ	شعبان ۲۰ر اپریل، جمعہ	رجب ۹ر اپریل، شنبہ	شعبان ۲۸ر اپریل شنبہ
شعبان ۱۱ر مئی، چہارشنبہ	رمضان ۳۱ر مئی، چہارشنبہ	رمضان ۲۰ر مئی، یکشنبہ	شعبان ۹ر مئی، پنجشنبہ	رمضان ۲۷ر مئی چہارشنبہ، پنجشنبہ
رمضان ۱۰ر جون، جمعہ	شوال ۲۹ر جون، پنجشنبہ	شوال ۱۸ر جون، دوشنبہ	رمضان ۷ر جون، جمعہ	شوال ۲۶ر جون، جمعہ
شوال ۹ر جولائی، شنبہ	ذیقعدہ ۲۹ر جولائی، شنبہ	ذیقعدہ ۱۸ر جولائی، چہارشنبہ	شوال ۷ر جولائی، یکشنبہ	ذیقعدہ ۲۵ر جولائی، شنبہ
ذیقعدہ ۸ر اگست، دوشنبہ	ذوالحجہ ۲۷ر اگست، یکشنبہ	ذوالحجہ ۱۶ر اگست، پنجشنبہ	ذیقعدہ ۵ر اگست، دوشنبہ	ذی الحجہ ۲۴ر اگست، دوشنبہ
ذوالحجہ ۶ر ستمبر، شنبہ	××××××	×××××××	ذوالحجہ ۴ر ستمبر، چہارشنبہ	××××××

ان جدولوں کو میں نے اس اصول پر مرتب کیا ہے، کہ قمری تاریخوں میں ہفتے کا جو دن (DAY OF THE WEEK) متداول تقویموں میں تسلیم کر لیا گیا ہے، وہ علی حالہٖ برقرار رہے، اس سلسلہ میں کننگھم (Cuningham) اور وسٹنفلڈ (Wustenfelds) کی تقویموں سے مقابلہ کر کے دیکھ لیا گیا ہے، جن کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔

عام تقویمی قاعدہ یہ ہے کہ قمری سنین میں محرم کے تیس[۳۰] اور صفر کے انتیس[۲۹] دن شمار کئے جاتے ہیں، اسی طرح ایک مہینہ تیس[۳۰] کا اور دوسرا انتیس[۲۹] کا مانا جاتا ہے، مگر ان جدولوں میں مذکورہ بالا اصول کے تحت اس طریقے کی خلاف ورزی کرنا پڑی، تاکہ بین الاقوامی تقویموں سے بہرحال مطابقت رہے۔ مثلاً ۲ سنہ کے محرم کو تیس دن کا اور صفر کو اُنتیس دن کا شمار کرنا چاہئے تھا، جس کے حساب سے صفر ۲ سنہ سہ شنبہ یکم نومبر ۹۲۳ء کو شروع ہوتا مگر وسٹنفلڈ کی تقویم میں ایک قمری مہینہ دوشنبہ ۳۱ راکتوبر کو شروع ہو رہا تھا، جو میرے نظریہ کے بموجب مکی صفر ۲ سنہ سے مطابق تھا، اس لئے میں نے صفر کی پہلی تاریخ بجائے یکم نومبر کے ۳۱ راکتوبر قرار دی ہے تاکہ مسلمہ تاریخوں اور دنوں سے پوری مطابقت رہے، یہی طریقہ دوسرے مہینوں کے لئے اختیار کیا گیا ہے، اس لئے ہو سکتا ہے کہ کہیں کہیں قارئین کو ایک دن کا فرق محسوس ہو، لیکن یہ فرق ایسا نہیں جو کسی طرح بھی قابلِ لحاظ سمجھا جائے، کیوں کہ قمری تقویموں میں اس قسم کا یکروزہ فرق کوئی معنی نہیں رکھتا اور اکثر و بیشتر ہر تاریخ کی کتاب میں نظر آتا ہے، جس کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، کبھی یہ فرق اختلافِ رویت کی وجہ سے ہوتا ہے، اور کبھی تقویمی اصولوں کے اختلاف کے باعث کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ واقعہ نگار کو صحیح تاریخ نہیں معلوم ہوتی، یا غلط فہمی ہو جاتی ہے، بہرحال یہ مسئلہ ایسا نہیں جو زیادہ قابلِ بحث ہو،

مقالۂ گذشتہ میں چند در چند مثالیں دے کر یہ بات پیش کی گئی تھی کہ واقعاتِ سیرۃ کی تقریباً ۲/۳ روایات مروجہ تقویمی اصولوں پر پوری نہیں اترتیں، کبھی دن تاریخوں سے مطابقت نہیں کرتے، کبھی مہینے موسموں سے، جس کی بنیادی وجہ یہ بیان کی گئی تھی کہ اس قسم کے جملہ واقعات مکے کی گم شدہ تقویم کے مطابق ریکارڈ کئے گئے تھے، اس تقویم کا اکتشاف کر لیا جائے تو یہ تضاد دور ہو سکتے ہیں،

اب جبکہ میرے دعوے کے بموجب اس گم شدہ تقویم کی بازیافت کرلی گئی ہے، تو اصولاً ان تمام واقعات کی توقیتی صراحتوں کو مجموعی طور پر ان جدولوں پر پورا اترنا چاہیئے، دوچار تاریخوں کی درستی کے معنی اتفاقات بھی ہوسکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مجھے یہ گذارش کرنا ہے کہ ان جدولوں کی پوری افادیت تو مقالۂ چہارم میں قارئین کے سامنے آئے گی جہاں دو تقویمی نظریئے کا ہر پہلو پیش کیا جائے گا، اور سیرۃ کی تقریباً جملہ توقیتی شہادتوں کی روشنی میں اس کو پرکھنے کی کوشش کی جائے گی، تاہم قارئین اگر چاہیں تو بطورِ خود ان جدولوں کی ابتدائی آزمائش فرماسکتے ہیں، میں دو ایک مثالیں دے کر طریقۂ عمل کی وضاحت کئے دیتا ہوں،

مقالۂ اول میں راقم الحروف نے قسموار توقیتی تضادات کی مثالیں پیش کی ہیں، انھیں مثالوں سے ابتدائی تین قسموں کی جانچ فرماکر دیکھیئے۔ مثلاً

ہجرت کی مجمع علیہ تاریخ دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ بیان کی گئی ہے، جو عام قمری تقویموں پر پوری نہیں اُترتی، اس کے لئے میری سنہ ۱ کی جدول میں ربیع الاول ملاحظہ فرمائیے جو پنجشنبے کے دن شروع ہو رہا ہے، اس حساب سے ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ ہی پڑے گا۔

اسی طرح دوسرے واقعات کی تاریخوں اور دنوں کا امتحان کیا جاسکتا ہے، ان میں بعض ریکارڈ ایسے بھی ملیں گے جن میں ایک دن کا فرق محسوس ہوگا، لیکن اس فرق کو نظر انداز کردینا چاہیئے۔

موسمی مطابقت کا اندازہ انگریزی مہینوں سے لگایا جاسکتا ہے جو ہر قمری مہینے کے نیچے لکھ دیئے گئے ہیں، مثلاً: بدر، احد، فتح مکہ اور حنین وغیرہ تمام غزوات کا تعلق ازروئے روایات موسم گرما سے معلوم ہوتا ہے، مگر عام تقویمی اعتبار سے یہ سرمائی واقعات سمجھے جاتے تھے ان جدولوں سے معلوم ہوگا کہ یہ غلط فہمی محض کی تقویم کو فراموش کردینے کا نتیجہ تھی کیوں کہ ان جملہ واقعات کی تاریخیں مئی، جون، اور جولائی سے مطابق ہوجاتی ہیں اسی طرح سرمائی واقعات مثلاً سریۂ ذاتِ سلاسل، سریۂ علقمہ بن مجزز وغیرہ کی تاریخیں سرمائی مہینوں سے پوری طرح مطابقت کرتی ہیں۔

۲۷ جنوری سنہ ۶۳۲ء کا سورج گرہن جو ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے روز ہوا تھا ربیع الآخر

سے اور خسرو پرویز کی تاریخ قتل فروری ۶۲۸ء جمادی ۶ سنہ سے عین مطابق ہے۔ میں مقالہ چہارم میں پوری تفصیل سے ان مطابقتوں کو پیش کروں گا۔ اس لئے اس سرسری مطابقت سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ واقعاتِ سیرۃ کے توقیتی تضاد پوری طرح حل ہو چکے ہیں، اور ہمیں اپنی تحقیقات کو ختم کر دینا چاہیئے۔

مدنی کلینڈر (۳)

میں نے اپنے نظریہ میں جہاں واقعاتِ سیرۃ پر مکّی تقویم کی اثراندازی کا اظہار کیا ہے، وہیں یہ بات بھی پیش کی ہے، کہ سیرت کے بہت سے واقعات کی توقیتی صراحتوں پر ایک خالص قمری تقویم کی کارفرمائی محسوس ہوتی ہے، جو میری رائے میں مدنی تقویم کے نام سے موسوم ہونا چاہیئے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی پیش کی جا چکی ہے، کہ اگرچہ یہ دونوں تقویمیں اصولی اور بنیادی طور پر مختلف تھیں، لیکن اُن کے مہینے قطعاً مشترک الاسم معلوم ہوتے ہیں۔

اوراقِ گذشتہ میں مکّی تقویم کی بازیافت کے بعد اب یہی دو مسئلے (یعنی مدنی تقویم اور اس کے مشترک الاسم مہینے) قابلِ غور رہ جاتے ہیں۔

جہاں تک مدنی تقویم کی جداگانہ حیثیت کا تعلق ہے، تو تاریخ سے ثابت ہوتا ہے، کہ مدینے میں مکّی یا کوئی اور بیرونی سنہ بجز یہودی سنہ کے رائج نہ تھا، نیز یہ کہ مدینے کا سنہ مکّی سنہ سے بالکل مختلف تھا، مسعودی کا بیان ہے، کہ زمانۂ جاہلیت میں اہلِ مدینہ اپنے "آطام" سے شمارِ ایّام کیا کرتے تھے، اور البیرونی کی شہادت کے مطابق مدنی لوگوں میں مشاہیر کے نام سے سنین چلانے کا دستور بھی موجود تھا۔

اس سلسلے میں میرا خیال ہے، کہ اہلِ مدینہ کے سنہ ہمیشہ قمری ہوتے، اور ان میں قمری شمسی (Luni Solar) سنین کا رواج مطلقاً نہ تھا۔

زمانۂ قدیم میں قمری شمسی تقویم کی ابتدائی غرض اور حقیقی افادیت بجز اس کے اور کچھ نہ تھی، کہ اسکے ذریعہ مرکزی معبدوں پر ہدایا اور زرعی پیداواروں کے اوّلین حاصل ٹھیک وقت پر پہنچ سکیں،

ظہورِ اسلام کے وقت حجاز کے تین بڑے شہروں یعنی "مکے"، طائف اور مدینے میں صرف مدینہ ہی ایسا شہر تھا، جہاں کوئی بڑا یا مرکزی معبد نظر نہیں آتا، قرب وجوار میں جو چند چھوٹے چھوٹے مندر ملتے ہیں، ان کی اوراقِ تاریخ میں کوئی اہمیت نہیں، قبولِ اسلام سے پہلے مدینے کے لوگ "مناۃ" کے خاص طور پر پرستار تھے، لیکن اِس دیوی کا مندر بھی مدینے میں نہ تھا، بلکہ مکے کے قریب مشلّل میں تھا۔ سال میں صرف ایک بار جب مدینے کے حاجی مکے پہنچتے، تو اس مندر کی زیارت بھی کرتے، اس سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اہلِ مدینہ کو اپنی عام ضروریات میں قمری شمسی تقویم کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

اس خیال کو مزید تقویت یُوں ہوتی ہے، کہ جن مقامات پر قمری شمسی تقویم کا رواج ہوتا، وہاں اس کے حسابات کو درست رکھنے کے لئے مستقل عہدے دار مقرر کئے جاتے، چنانچہ رومیوں، یہودیوں اور خود اہلِ مکہ کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں، کہ ان میں "نساۃ" کے محکمے بالکل مستقل تھے، مدینے کے لوگ اگرچہ مذہبیاً اہلِ مکہ سے بہت کچھ مختلف اور آزاد تھے تاہم تاریخ میں ایسی کوئی شہادت نہیں، کہ ان کے یہاں بھی یہ محکمہ یا "نسی" کرنے والوں کا عہدہ موجود تھا، حالانکہ اس شہر کے متعلق ظہورِ اسلام کے زمانے کے حالات کافی محفوظ ہیں۔

قطع نظر اس سے خود واقعاتِ سیرت کی توفیقی شہادتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت مدینے میں ایک خالص قمری تقویم رائج تھی، میں نے مقالۂ گذشتہ میں متعدد واقعات ایسے پیش کئے ہیں جو ایک خالص قمری تقویم کے مطابق ریکارڈ کئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، جن کو سامنے رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ اگر مدینے میں کوئی خالص قمری تقویم رائج نہ تھی، تو یہ ریکارڈ کہاں سے آئے؟ اور کس نے کئے؟ کیوں کہ مہاجرینِ مکہ کا سنہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے قمری شمسی تھا۔

یہ تمام شہادتیں اس بات کے حق میں بیان کی جاتی ہیں، کہ ظہورِ اسلام کے وقت مدینے میں جو تقویم رائج تھی، وہ خالص قمری تھی، لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی یقینی معلوم ہوتی ہے کہ اس تقویم میں جو مہینے اور دن رائج تھے، ان کے نام وہی تھے جو مکی تقویم میں مستعمل ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مورخین نے بڑی صراحت کے ساتھ متعدد جاہلی سنین اور شہور کے

نام گنائے ہیں جو مختلف قبائل میں رائج تھے، اور یہ نام عربی تقویم کے مروّجہ ناموں سے بالکل مختلف بھی ہیں، بلکہ ان کے دنوں تک کے نام الگ الگ نظر آتے ہیں، لیکن ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ یہ نام مدینے میں بھی رائج تھے،

اہلِ مدینہ سے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں روایتیں منقول ہیں، اور مدنی صحابہ نے اپنی روایتوں میں بڑی کثرت سے مہینوں اور دنوں کے نام بھی لئے ہیں، لیکن سیرت اور حدیث کی کتابوں میں شاید ایک روایت بھی ایسی نہیں، جس میں مروّجہ ناموں کے علاوہ کوئی اور نام لیا گیا ہو۔

یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ اگر مدینے میں مہینوں اور دنوں کے کچھ اور نام رائج ہوتے تو کبھی نہ کبھی کسی مدنی راوی کی زبان سے وہاں کا مروّجہ نام ضرور نکلتا، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اُن ناموں کا تذکرہ اکثر و بیشتر رواۃ کی زبان پر ہوتا۔

پیغمبرِ اسلام کے آخری خطبۂ حج، یعنی حجۃ الوداع میں بلاشبہ "جب مُضَر" کا نام آیا ہے، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس نام کا کوئی اور مہینہ دوسرے قبائل میں موجود تھا، آپ نے تخصیص کی خاطر "مُضر" کا اضافہ کرکے اس اشتباہ کو دور کردیا لیکن اگر دیکھئے تو اس کے معنی بھی یہی ہوتے ہیں۔ کہ اہلِ مکہ کے اثر سے ان کے مہینے دُور اور نزدیک قبائل میں مقبول کرلئے گئے تھے،

مختلف النوع سنین اور ان کے مشترک الاسم مہینے تاریخ میں کوئی عجوبہ شے نہیں، آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ "یہودی" اور سُریانی سنین کی بناوٹ میں بنیادی فرق ہے، یہ دونوں سنین ہنوز زندہ ہیں، اور ایک سنہ آج بھی قمری شمسی اصولوں پر چل رہا ہے، جبکہ دوسرا خالص شمسی سنہ ہے حالانکہ دونوں سنوں کے مہینے تقریباً مشترک الاسم ہیں، یہی کیفیت بکرمی، فصلی اور بنگلہ سنہ کی ہے، جس کے مہینے مشترک لیکن اصولِ تقویم جُدا ہے۔

میرا خیال ہے، کہ اہلِ مدینہ نے اپنے قمری سنہ کے مہینوں کے نام اسی طرح اہلِ مکہ سے لئے تھے جس طرح شام کے مسیحیوں نے اپنے کلینڈر کے مہینے یہودی تقویم سے۔

بہرصورت واقعاتِ سیرت کی توفیقی شہادتیں بتاتی ہیں کہ عہدِ رسالت میں مدینے کے اندر دو قسم

کی تقویمیں کارفرما رہیں، جن میں ایک خالص قمری تھی، اور دوسری قمری شمسی، مگر ان دونوں کے مہینوں اور دنوں کے نام قطعاً مشترک تھے۔

یہ تقویمیں کم سے کم سنہ ۱۰۹ تک پہلو بہ پہلو چلتی رہیں، حتیٰ کہ سنہ ۹ تک مکی تقویم کو مسلمانوں کی دینی تقویم کا مرتبہ بھی حاصل رہا۔ اور تمام مہاجر و انصار اسی کے ماہِ محرم میں صومِ عاشورہ اور اسی کے ماہِ رمضان میں روزے رکھتے رہے۔ سنہ ۸ کے بعد اور سنہ ۹ کی ابتدا میں جب پیغمبرِ اسلام نے اس تقویم کی تنسیخ کا اعلان فرمایا، تو مسلمانوں کا مذہبی سنہ بجائے مکی کے مدنی بن گیا، جو آج تک اسی طرح قمری چلا آرہا ہے۔

مدنی سنہ کو اسلامی سلطنت کی قبولیت کا شرف خلیفۂ ثانی کے عہد کا واقعہ ہے، اور اسی زمانے میں اس کا نام ہجری سنہ قرار دیا گیا[1]۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ رسالت میں اس سے نسبتاً کم واقعات ریکارڈ کئے گئے تھے،

ہجری سنہ میں صرف بارہ ۱۲ قمری مہینے ہوتے ہیں، ایک قمری مہینہ چوں کہ 29.53 دن کا ہوتا ہے، اس لئے بارہ قمری ماہ یا ایک قمری سال 354.36 دن کا ہوا، لیکن عملی طور پر ایک سال 353 دن سے کم اور 355 دن سے زیادہ کا نہیں ہوسکتا، زیادہ سے زیادہ تین متواتر ماہ انتیس ۲۹ انتیس ۲۹ دن کے ہوسکتے ہیں، اور چار متواتر ماہ تیس ۳۰، تیس ۳۰ دن کے۔

منجمین حساب کی آسانی کے لئے محرم کو تیس ۳۰ دن کا اور صفر کو انتیس ۲۹ دن کا شمار کرتے ہیں اسی طرح ایک مہینہ تیس ۳۰ دن کا اور دوسرا انتیس ۲۹ کا قرار دیا جاتا ہے، ہر ۳۰ سالہ دَور میں گیارہ ۱۱ سال ذوالحجہ کو بھی ۳۰ دن کا شمار کرتے ہیں[2]۔ لیکن یہ سب حسابی طریقے ہیں، سچ یہ ہے کہ حسابی رویت اور حقیقی رویت میں عملاً فرق پڑتا رہتا ہے جس کی وجہ سے عموماً توقیتی غلطیاں ہوجاتی ہیں، چاند ہوتا ہے اور نظر نہیں آتا، چاند نہیں ہوتا ہے اور ہم مان لیتے ہیں بہرحال میں یہاں سنہ ۱ھ سے لیکر سنہ ۱۱ھ تک کی جدول تقویم پیش کرتا ہوں جن میں ہر مہینے کی پہلی تاریخ کا دن اور عیسوی تاریخ لکھ دی گئی ہے، ان جدولوں کو میں نے کننگھم اور وسٹنفلڈ کی تقویموں سے مقابلہ کرکے دیکھ لیا ہے۔

(باقی آئندہ)

---

[1] طبری ۲/- [2] اس سلسلے میں دیکھئے میرا مقالہ جو ماہنامہ "زندگی رام پور" جون سنہ ۶۴ میں شائع ہو رہا ہے اور جس میں سنہ ہجری کے مداخل کے استخراج کے طریقے اور عیسوی سنہ سے مطابقت کے اصول پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، میں نے ھ

نوٹ: طوالت اس حصے کو زیرِ نظر مقالے سے علیحدہ کردیا ہے – (علوی)

سنہ ۱	سنہ ۲	سنہ ۳	سنہ ۴	سنہ ۵	سنہ ۶
محرم جمعہ ۱۶ جولائی سنہ ۶۲۲	محرم سہ شنبہ ۵ جولائی	محرم یکشنبہ ۲۴ جون	محرم پنجشنبہ ۱۳ جون	محرم دوشنبہ ۲ جون	محرم شنبہ ۲۳ مئی
صفر یکشنبہ ۱۵ اگست	صفر پنجشنبہ ۴ اگست	صفر سہ شنبہ ۲۴ جولائی	صفر شنبہ ۱۳ جولائی	صفر چہارشنبہ ۲ جولائی	صفر دوشنبہ ۲۲ جون
ربیع الاول دوشنبہ ۱۳ ستمبر سنہ ۶۲۲	ربیع الاول جمعہ ۲ ستمبر	ربیع الاول چہارشنبہ ۲۳ اگست	ربیع الاول یکشنبہ ۱۱ اگست	ربیع الاول پنجشنبہ ۳۱ جولائی	ربیع الاول سہ شنبہ ۲۱ جولائی
ربیع الآخر چہارشنبہ ۱۳ اکتوبر	ربیع الآخر یکشنبہ ۲ اکتوبر	ربیع الآخر جمعہ ۲۱ ستمبر	ربیع الآخر سہ شنبہ ۱۰ ستمبر	ربیع الآخر شنبہ ۳۰ اگست	ربیع الآخر پنجشنبہ ۲۰ اگست
جمادی الاولیٰ پنجشنبہ ۱۱ نومبر	جمادی الاولیٰ دوشنبہ ۳۱ اکتوبر	جمادی الاولیٰ شنبہ ۲۰ اکتوبر	جمادی الاولیٰ چہارشنبہ ۹ اکتوبر	جمادی الاولیٰ یکشنبہ ۲۸ ستمبر	جمادی الاولیٰ جمعہ ۱۸ ستمبر
جمادی الاخریٰ شنبہ ۱۱ دسمبر	جمادی الاخریٰ چہارشنبہ ۳۰ نومبر	جمادی الاخریٰ دوشنبہ ۱۹ نومبر	جمادی الاخریٰ جمعہ ۸ نومبر	جمادی الاخریٰ سہ شنبہ ۲۸ اکتوبر	جمادی الاخریٰ یکشنبہ ۱۸ اکتوبر
رجب یکشنبہ ۹ جنوری سنہ ۶۲۳	رجب پنجشنبہ ۲۹ دسمبر	رجب سہ شنبہ ۱۸ دسمبر	رجب شنبہ ۷ دسمبر	رجب چہارشنبہ ۲۶ نومبر	رجب دوشنبہ ۱۶ نومبر
شعبان سہ شنبہ ۸ فروری	شعبان شنبہ ۲۸ جنوری سنہ ۶۲۴	شعبان پنجشنبہ ۱۷ جنوری سنہ ۶۲۵	شعبان دوشنبہ ۶ جنوری سنہ ۶۲۶	شعبان جمعہ ۲۶ دسمبر	شعبان چہارشنبہ ۱۶ دسمبر
رمضان چہارشنبہ ۹ مارچ	رمضان یکشنبہ ۲۶ فروری	رمضان جمعہ ۱۵ فروری	رمضان سہ شنبہ ۴ فروری	رمضان شنبہ ۲۴ جنوری	رمضان پنجشنبہ ۱۴ جنوری سنہ ۶۲۸
شوال جمعہ ۸ اپریل	شوال سہ شنبہ ۲۷ مارچ	شوال یکشنبہ ۱۷ مارچ	شوال پنجشنبہ ۶ مارچ	شوال دوشنبہ ۲۳ فروری	شوال شنبہ ۱۳ فروری
ذیقعدہ شنبہ ۷ مئی	ذیقعدہ چہارشنبہ ۲۵ اپریل	ذیقعدہ دوشنبہ ۱۵ اپریل	ذیقعدہ جمعہ ۴ اپریل	ذیقعدہ سہ شنبہ ۲۴ مارچ	ذیقعدہ یکشنبہ ۱۳ مارچ
ذوالحجہ دوشنبہ ۶ جون	ذوالحجہ جمعہ ۲۵ مئی	ذوالحجہ چہارشنبہ ۱۵ مئی	ذوالحجہ یکشنبہ ۴ مئی	ذوالحجہ پنجشنبہ ۲۳ اپریل	ذوالحجہ سہ شنبہ ۱۲ اپریل

سنہ ۷	سنہ ۸	سنہ ۹	سنہ ۱۰	سنہ ۱۱	سنہ ۱۲
محرم چہارشنبہ ۱۱ر مئی	محرم دوشنبہ یکم مئی	محرم جمعہ ۲۰ر اپریل	محرم سہ شنبہ ۹ر اپریل	محرم یکشنبہ ۲۹ر مارچ	
صفر جمعہ ۱۰ر جون	صفر چہارشنبہ ۳۱ر مئی	صفر یکشنبہ ۲۰ر مئی	صفر پنجشنبہ ۹ر مئی	صفر سہ شنبہ ۲۸ر اپریل	
ربیع الاول شنبہ ۹ر جولائی	ربیع الاول پنجشنبہ ۲۹ر جون	ربیع الاول دوشنبہ ۱۸ر جون	ربیع الاول جمعہ ۷ر جون	ربیع الاول چہارشنبہ ۲۷ر مئی	
ربیع الآخر دوشنبہ ۸ر اگست	ربیع الآخر شنبہ ۲۹ر جولائی	ربیع الآخر چہارشنبہ ۱۸ر جولائی	ربیع الآخر یکشنبہ ۷ر جولائی	ربیع الآخر جمعہ ۲۶ر جون	
جمادی الاولیٰ سہ شنبہ ۶ر ستمبر	جمادی الاولیٰ یکشنبہ ۲۷ر اگست	جمادی الاولیٰ پنجشنبہ ۱۶ر اگست	جمادی الاولیٰ دوشنبہ ۵ر اگست	جمادی الاولیٰ شنبہ ۲۵ر جولائی	
جمادی الاخریٰ پنجشنبہ ۶ر اکتوبر	جمادی الاخریٰ سہ شنبہ ۲۶ر ستمبر	جمادی الآخریٰ شنبہ ۱۵ر ستمبر	جمادی الاخریٰ چہارشنبہ ۴ر ستمبر	جمادی الاخریٰ دوشنبہ ۲۴ر اگست	
رجب جمعہ ۴ر نومبر	رجب چہارشنبہ ۲۵ر اکتوبر	رجب یکشنبہ ۱۴ر اکتوبر	رجب پنجشنبہ ۳ر اکتوبر		
شعبان یکشنبہ ۴ر دسمبر	شعبان جمعہ ۲۴ر نومبر	شعبان سہ شنبہ ۱۳ر نومبر	شعبان شنبہ ۲ر نومبر		
رمضان دوشنبہ ۲ر جنوری سنہ ۶۲۹	رمضان شنبہ ۲۳ر دسمبر	رمضان چہارشنبہ ۱۲ر دسمبر	رمضان یکشنبہ یکم دسمبر		
شوال چہارشنبہ ۱ر فروری	شوال دوشنبہ ۲۲ر جنوری سنہ ۶۳۰	شوال ۱۱ر جنوری سنہ ۶۳۱	شوال سہ شنبہ ۳۱ر دسمبر		
ذیقعدہ پنجشنبہ ۲ر مارچ	ذیقعدہ سہ شنبہ ۲۰ر فروری	ذیقعدہ شنبہ ۹ر فروری	ذیقعدہ چہارشنبہ ۲۹ر جنوری		
ذوالحجہ شنبہ ۱ر اپریل	ذوالحجہ پنجشنبہ ۲۳ر مارچ	ذوالحجہ دوشنبہ ۱۱ر مارچ	ذوالحجہ جمعہ ۲۸ر فروری		